جاوید احمد غامدی

ایمانیات

(۳)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

علمی تواتر

یہ شواہد اگرچہ کافی تھے، مگر لوگوں پر اتمام حجت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مزید اہتمام یہ فرمایا کہ انسانیت کی ابتدا ایک ایسے انسان سے کی جس نے خدا کی بات سنی، اس کے فرشتوں کو دیکھا اور اس طرح حقیقت کے براہ راست مشاہدے کی گواہی دے کر دنیا سے رخصت ہوا تاکہ اس کا یہ علم نسلاً بعد نسلٍ اس کی ذریت کو منتقل ہوتا رہے اور خدا اور آخرت کا تصور انسانی زندگی کے کسی دور، زمین کے کسی خطے، کسی بستی، کسی پشت اور کسی نسل کے لیے کبھی اجنبی نہ ہونے پائے۔ قرآن کا بیان ہے کہ آدم وحوا کی تخلیق کے بعد ان سے برتر بعض مخلوقات کو حکم دیا گیا کہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ اس سے ان کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اصلی سرفرازی نور یا نار سے پیدا ہونے میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں فرشتے اور جنات سب سجدہ ریز ہو گئے، مگر ابلیس نہیں مانا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آدم وحوا، دونوں کو ایک باغ میں رہنے کے لیے کہا گیا جہاں زندگی کی تمام ضرورتیں مہیا تھیں، مگر ایک درخت کا پھل ان کے لیے ممنوع قرار دیا گیا۔ یہ وہی شجرۂ تناسل تھا جس کا پھل دنیا میں ہماری بقا کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے انھیں روکا اور متنبہ کر دیا کہ ابلیس تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے، وہ لازماً تمھیں نافرمانی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور ابلیس نے ایک

ناصح مشفق اور خیر خواہ کے بھیس میں آ کر ان سے کہا کہ حیات جاوداں اور ابدی بادشاہی کا راز اسی درخت کے پھل میں ہے جس سے تمھیں محروم کر دیا گیا ہے۔ ابلیس کی اس ترغیب و تحریص سے وہ آمادہ ہوئے اور اس پھل کی خواہش میں جو غیر معمولی ہیجان انسان پر طاری ہو جاتا ہے، اس سے مغلوب ہو کر اسے کھا بیٹھے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ زندگی میں جو سب سے بڑا امتحان انھیں پیش آئے گا، وہ انانیت اور جنسی جبلت کے راستے ہی سے پیش آئے گا۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ اس باغ سے نکل کر زمین میں اتر جاؤ۔ اس پر آدم کو ندامت ہوئی اور وہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کے اس رجوع کو دیکھ کر اللہ نے انھیں توبہ کی توفیق دی، اس کے لیے نہایت موزوں الفاظ خود القا فرمائے اور ان کی توبہ قبول کر لی۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ: اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ، فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ، وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. وَقُلْنَا: يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ، وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا، وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ، فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا، فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ، وَقُلْنَا: اهْبِطُوْا، بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ، وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ، فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ، فَتَابَ عَلَيْهِ، اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. (البقرہ ۲: ۳۴۔۳۷)

’’اور وہ واقعہ بھی انھیں سناؤ، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ ریز ہو گئے، لیکن ابلیس نہیں مانا۔ اُس نے انکار کیا اور اکڑ بیٹھا اور اس طرح منکروں میں شامل ہوا۔ اور ہم نے آدم سے کہا: تم اور تمھاری بیوی، دونوں اس باغ میں رہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو، فراغت کے ساتھ کھاؤ۔ ہاں، البتہ تم دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالم قرار پاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس حالت میں وہ تھے، اس سے انھیں نکلوا کر چھوڑا۔ اور ہم نے کہا: (یہاں سے) اتر جاؤ، اب تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھیں ایک خاص وقت تک زمین پر ٹھیرنا ہے اور وہیں گزر بسر کرنی ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (توبہ کے) چند الفاظ سیکھ لیے (اور اُن کے ذریعے سے توبہ کی) تو اُس کی توبہ اُس نے قبول کر لی۔ بے شک، وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.net
www.ghamidi.net

پھر یہی نہیں، آدم و حوا کو دنیا میں بھیجنے کے بعد بھی ایک عرصے تک یہ اہتمام کیا گیا کہ بنی آدم اگر اپنے ایمان و عمل کی قبولیت یا عدم قبولیت اسی دنیا میں جاننا چاہیں تو جان لیں۔ یہ حقیقت کو اس زمانے کے ہر شخص کے لیے گویا تجربے اور

مشاہدے کے درجے تک پہنچا دینا تھا تاکہ اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی اس گواہی میں شامل ہو جائے۔ سورۂ آل عمران (۳) کی آیت ۱۸۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کرتے، پھر آسمان سے ایک آگ اترتی اور قبولیت کی علامت کے طور پر اسے کھا لیتی تھی۔ آدم کے بیٹے ہابیل کا قتل اسی طرح کے ایک واقعے کے نتیجے میں ہوا تھا۔ بائیبل کا بیان ہے کہ ہابیل بھیڑ بکریوں کا چرواہا اور قابیل کسان تھا۔ ایک دن قابیل اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خدا کے حضور میں لایا اور ہابیل اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا۔ یہ ہدیے پیش کیے گئے تو ہابیل اور اس کا ہدیہ قبول کر لیا گیا، لیکن قابیل اور اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا گیا۔ اس پر قابیل نہایت غضب ناک ہوا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا[۴]۔ قرآن میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَيۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ، اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا، فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا، وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ. قَالَ: لَاَقۡتُلَنَّكَ قَالَ: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ، لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقۡتُلَنِيۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيۡكَ لِاَقۡتُلَكَ، اِنِّيۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ. اِنِّيۡۤ اُرِيۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِيۡ وَاِثۡمِكَ فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ، وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ، فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِيۡهِ، فَقَتَلَهٗ فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ. (المائدہ ۵: ۲۷۔۳۰)

”اور انھیں آدم کے دو بیٹوں کی سرگزشت بھی ٹھیک ٹھیک سنا دو، جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ اس نے کہا: میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا: اللہ تو صرف اپنے پرہیزگار بندوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تمھارے قتل کے لیے ہاتھ اٹھانے والا نہیں ہوں۔ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تمھی سمیٹ لو اور دوزخی بن کر رہو اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ بالآخر اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا اور وہ (اُسے مار کر) نامرادوں میں شامل ہو گیا۔“

نبیوں کی تصدیق

اس اہتمام کے باوجود جب لوگوں نے حق سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے بعض نفوس قدسیہ کو

---

۴ پیدایش ۴: ۱۔۱۲۔

www.javedahmadghamidi.com

نبوت عطا فرمائی تا کہ اپنے پروردگار سے الہام پا کر وہ ان کے لیے حق کی گواہی دیں۔ اللہ کے یہ نبی اپنے علم و عمل میں حق کا نمونہ بن کر نہ ماننے والوں کو ان کے انجام پر متنبہ کرتے اور ماننے والوں کو خدا کی ابدی بادشاہی کی بشارت دیتے تھے۔ ان نبیوں کے ساتھ کتابیں بھی نازل کی گئیں تا کہ لوگ ان کے ذریعے سے اپنے اختلافات کا فیصلہ کر لیں اور حق کے معاملے میں ٹھیک انصاف پر قائم ہو جائیں:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً، فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ، وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ. (البقرہ ۲: ۲۱۳)

”لوگ ایک ہی امت تھے۔ (اُن میں اختلاف پیدا ہوا) تو اللہ نے نبی بھیجے بشارت دیتے اور انذار کرتے ہوئے اور اُن کے ساتھ قول فیصل کی صورت میں اپنی کتاب نازل کی تا کہ لوگوں کے درمیان وہ اُن کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔“

www.javedahmadghamidi.com

تجرباتی شہادت

ان نبیوں میں سے بعض کو رسالت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں غیر معمولی معجزات دیے، روح القدس سے ان کی تائید کی، پھر قیامت سے پہلے ایک قیامت صغریٰ ان کے ذریعے سے اسی دنیا میں برپا کر دی۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ خدا اور آخرت کا تصور بھی اسی معیار پر ثابت کر دیا جائے، جس معیار پر سائنسی حقائق معمل (Laboratory) کے تجربات سے ثابت کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد، ظاہر ہے کہ کسی کے پاس کوئی عذر اللہ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہ سکتا تھا۔

اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ان رسولوں نے حق کی دعوت پیش کی، پھر اعلان کیا کہ اپنی قوم کے لیے وہ خدا کی عدالت بن کر آئے ہیں۔ ایمان و عمل کی بنیاد پر جزا و سزا کے جس معاملے کی خبر دی گئی ہے، وہ ان کی قوم کے ساتھ اسی دنیا میں ہونے والا ہے۔ طبعی قوانین جس طرح اٹل ہیں اور ہر حال میں نتیجہ خیز ہو جاتے ہیں، خدا کا اخلاقی قانون بھی ان کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اسی طریقے سے نتیجہ خیز ہو جائے گا۔ لہٰذا ان کی قوم کے جو لوگ ان کی دعوت قبول کریں گے، وہ دنیا اور آخرت، دونوں میں نجات پائیں گے اور ان کے مخالفین پر انھیں غلبہ حاصل ہو گا۔ اور جو نہیں کریں گے، وہ ذلیل ہوں گے اور ان پر خدا کا عذاب آ جائے گا۔

یہ پیشین گوئی جس وقت اور جس قوم میں بھی کی گئی، اس سے زیادہ ناممکن الوقوع اور ناقابل یقین کوئی چیز نہیں تھی، لیکن تاریخ کا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ یہ ہر مرتبہ پوری ہوئی اور اس طرح پوری ہوئی کہ لوگوں نے خدا کو عدالت

کرتے ہوئے دیکھا اور زمین و آسمان اس کے جلال سے معمور ہو گئے۔ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ[5]، میں قرآن نے یہی حقیقت بیان کی ہے۔ پھر بطور قاعدۂ کلیہ فرمایا ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ، فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ، قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ، وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (یونس ۱۰: ۴۷)

''ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب اُن کا وہ رسول آ جائے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔''

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ یہ معاملہ قوم نوح کے ساتھ ہوا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبر دار کیا کہ اگر شرک سے تائب ہو کر وہ خالص اللہ ہی کی بندگی نہیں کرتے تو عنقریب ایک ایسے عذاب سے دوچار ہو جائیں گے جو انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔ قوم کے سرداروں نے کہا: تمھاری یہی باتیں ہیں جن کی بنا پر ہم تمھیں کھلی گم راہی میں دیکھ رہے ہیں۔ تم نے ہمارے باپ دادا کی تحقیر کی ہے اور اب ہمارے اوپر عذاب الٰہی کی دھمکی بھی سنا رہے ہو۔ تمھارے پیرو بھی ہمارے نچلے طبقوں کے لوگ ہی ہیں جو بے سمجھے بوجھے تمھارے پیچھے لگ گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ یہ تمھاری بد قسمتی ہے کہ تم مجھے بھٹکا ہوا آدمی سمجھ رہے ہو۔ میں تمھارے پاس خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے آیا ہوں اور جو کچھ تمھیں سنا رہا ہوں، وہ بے کم و کاست خدا ہی کی طرف سے سنا رہا ہوں۔ یہ خدا کا پیغام بھی ہے اور میری طرف سے تمھارے حق میں انتہائی خیر خواہی بھی۔ تمھاری ضد، ہٹ دھرمی، ناقدری، دل آزاری اور دشمنی و بیزاری کے باوجود میں یہ پیغام تمھیں سنا رہا ہوں تو اس کا محرک اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجھے یہ اندیشہ اور غم لاحق ہے کہ تم کہیں خدا کی پکڑ میں نہ آ جاؤ۔

قرآن کا بیان ہے کہ کم و بیش ساڑھے نو سو سال تک اسی دردمندی کے ساتھ وہ اپنی قوم کو متنبہ کرتے رہے۔ لیکن اس طویل جدوجہد کے بعد بھی جب قوم نے ان کی تکذیب کر دی اور اپنے رویے کی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک کشتی بنائی جائے۔ یہ قوم کے لیے گویا الٹی میٹم تھا کہ کشتی کی تکمیل کے ساتھ ہی اس کا پیمانۂ عمر بھی لبریز ہو جائے گا۔ چنانچہ کشتی بن گئی اور ماننے والے اس میں سوار ہو گئے تو ایک عظیم طوفان ابل پڑا۔ زمین کو حکم دیا گیا کہ اپنا سارا پانی اگل دے اور آسمان کو حکم دیا گیا کہ اپنا سارا پانی برسا دے۔ پھر جو نشان مقرر کر دیا گیا تھا، پانی اس پر جا کر ٹھیر گیا اور پوری قوم اس میں غرق ہو گئی۔ یہاں تک کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی اپنی ہٹ دھرمی کے باعث اس کی نذر ہو گیا۔ یہ ایک عبرت انگیز منظر تھا۔ طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ پہاڑوں

---

۵ النساء ۴: ۱۶۵۔ ''تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے کوئی عذر اللہ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے باقی نہ رہے۔''

کی طرح موجیں اٹھ رہی تھیں۔ نوح کی کشتی ان کے تھپیڑوں سے نبرد آزما تھی کہ اتنے میں باپ نے دیکھا کہ سامنے بیٹا حیران وششدر کھڑا ہے۔ اس کو دیکھ کر شفقت پدری نے جوش مارا، پکار اٹھے کہ جان پدر، اب بھی موقع ہے، ان منکروں کو چھوڑ کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ لیکن اس ہول ناک منظر کو دیکھ کر بھی اس کی ضد میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اس نے کہا: میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ نوح علیہ السلام نے کہا: یہ پانی نہیں، قہر الٰہی ہے۔ اس سے خدا کے سوا آج کوئی بچانے والا نہیں ہو سکتا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ایک موج اٹھی اور بیٹے کو بہا لے گئی۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے تمام منکرین اسی انجام کو پہنچے۔ خدا کی عدالت کا یہ بے لاگ فیصلہ تھا۔ اس سے محفوظ صرف وہی رہے جو ماننے والے تھے۔[6]

یہ پہلی قیامت تھی جو خدا اور آخرت کے تصور کو اتمام حجت کے درجے تک مبرہن کر دینے کے لیے برپا کی گئی۔ اس کے بعد یہی معاملہ دنیا کی ہر قوم کے ساتھ ہوا۔ عاد، ثمود، قوم لوط، قوم شعیب، قوم یونس اور اس طرح کی بعض دوسری قوموں کے جو واقعات قرآن میں بیان ہوئے ہیں، وہ اسی کی مثالیں ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ، وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ، لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ، جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ، وَقَالُوْٓا: اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ، وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ. قَالَتْ رُسُلُهُمْ: اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ، فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ، وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى، قَالُوْٓا: اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا، تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا، فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ. قَالَتْ

''تمھیں اُن لوگوں کے حالات نہیں پہنچے جو تم سے پہلے گزرے ہیں؟ قوم نوح اور عاد و ثمود کے حالات اور جو اُن کے بعد ہوئے ہیں، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا؟ اُن کے رسول اُن کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ اُن کے منہ پر رکھ دیے، اور کہا کہ جو پیغام تمھیں دے کر بھیجا گیا ہے، ہم اُسے نہیں مانتے اور جس چیز کی طرف تم بلا رہے ہو، اس کے بارے میں ہم ایسے شبہات رکھتے ہیں جو سخت الجھن میں ڈال دینے والے ہیں۔ اُن کے رسولوں نے کہا: کیا تمھیں اللہ کے بارے میں شبہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟ وہ تمھیں بلاتا ہے تا کہ تمھارے گناہ معاف کرے اور تمھیں ایک مقرر

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

---

[6] الاعراف ۷: ۵۹۔ ۶۴۔ یونس ۱۰: ۷۱۔ ۷۳۔ ہود ۱۱: ۲۵۔ ۴۹۔ المومنون ۲۳: ۲۳۔ ۳۱۔ الشعراء ۲۶: ۱۰۵۔ ۱۲۲۔ العنکبوت ۲۹: ۱۴۔ ۱۵۔ الصافات ۳۷: ۷۵۔ ۸۲۔ القمر ۵۴: ۹۔ ۱۶۔

لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ: اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ، وَمَا كَانَ لَنَآ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ...وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ: لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَآ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِيۡ مِلَّتِنَا، فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ: لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ، وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ، ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِيۡ وَخَافَ وَعِيۡدِ. (ابراہیم ۱۴: ۹۔۱۴)

وقت کے لیے مہلت دے۔ انھوں نے کہا: تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں اُن ہستیوں کی عبادت سے روک دو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں تو ہمارے پاس کوئی کھلا ہوا معجزہ لاؤ۔ اُن کے رسولوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں تو تمھارے ہی جیسے آدمی، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے، اپنی عنایت فرماتا ہے، اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمھارے پاس کوئی معجزہ لادیں۔ اس طرح کا معجزہ تو اللہ کے اذن ہی سے آسکتا ہے... بالآخر ان منکروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم تمھیں اس سرزمین سے نکال دیں گے یا تمھیں ہماری ہی ملت میں واپس آنا ہوگا۔ تب اُن کے پروردگار نے انھیں وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمھیں اس سرزمین میں آباد کریں گے۔ یہ (بشارت ہے) اُن کے لیے جو میرے حضور میں پیشی کا خوف رکھتے ہوں اور میری وعید سے ڈرتے ہوں۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی اسی دینونت کی سرگزشت ہے۔ فرعون اور اس کے اعیان و اکابر کے سامنے جب انھوں نے اپنی دعوت پیش کی اور وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ اپنی قوم کے ساتھ وہ اس سرزمین سے ہجرت کرنا چاہتے ہیں، انھیں جانے دیا جائے۔ فرعون نے جس طرح ان کی دعوت قبول نہیں کی، اسی طرح ان کا یہ مطالبہ بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پے در پے اپنی تنبیہات نازل کیں جن کے نتیجے میں وہ بڑی مشکل سے آمادہ ہوا کہ چند روز کے لیے انھیں جانے کی اجازت دے دے۔ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر روانہ ہوئے تو اس کی نیت تبدیل ہوگئی اور اپنی فوجوں کے ساتھ وہ ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ انھیں مجبور کر کے واپس لے آئے گا۔ مگر اب فیصلے کا وقت آچکا تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ صادر ہوا اور اس

شان کے ساتھ صادر ہوا کہ بنی اسرائیل کو گویا خدا نے اپنی آغوش میں لے کر دریا پار کرا دیا اور اپنے وقت کا یہ باجبروت بادشاہ اسی دریا میں اپنے لشکروں سمیت غرق ہوا[7]۔ پھر قدرت کی اس عظیم نشانی کے اندر ایک دوسری عظیم نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ اس کی لاش کو سمندر نے قبول نہیں کیا اور ایک نشان عبرت بنانے کے لیے باہر پھینک دیا تاکہ زبان حال سے وہ ہر دور کے فرعونوں کو متنبہ کرتی رہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا، حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ، قَالَ: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِ یْلَ، وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. آٰلْئٰنَ، وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ، فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً، وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ.

(یونس ۱۰: ۹۰۔۹۲)

”اور بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر پار کرا دیا تو فرعون اور اس کی فوجوں نے سرکشی اور زیادتی کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا: میں نے مان لیا کہ اس ہستی کے سوا کوئی الٰہ نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی اس کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اب مانتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے تم نافرمانی کرتے رہے اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھے! اس وقت تو ہم تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ اپنے بعد والوں کے لیے تو نشان عبرت بنے، اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہی رہتے ہیں۔“

www.javedahmadghamidi.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد اس سے آگے ایک معاملہ یہ ہوا کہ ذریت ابراہیم کو بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اسی دینونت کا نمونہ بنا دیا۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ یہ اگر حق پر قائم ہو اور اسے بے کم و کاست اور پوری قطعیت کے ساتھ دنیا کی سب قوموں تک پہنچاتی رہے تو ان کے نہ ماننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ ان قوموں پر اسے غلبہ عطا فرمائیں گے اور اس سے انحراف کرے تو انھی کے ذریعے سے ذلت اور محکومی کے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ تین و زیتون، طور سینین اور مکہ کا شہر امین اسی دینونت کے مقامات ظہور ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد ان کے منکرین پر عذاب کا فیصلہ جس پہاڑ پر سنایا گیا، وہ زیتون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل

---

[7] اس کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: الاعراف ۷: ۱۰۳۔ ۱۳۶۔ یونس ۱۰: ۷۵۔ ۸۹۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۱۰۱۔ ۱۰۳۔ طٰہٰ ۲۰: ۴۰۔ ۷۹۔ المومنون ۲۳: ۴۵۔ ۴۸۔ الشعراء ۲۶: ۱۰۔ ۶۸۔ القصص ۲۸: ۳۶۔ ۴۰۔ الصٰفٰت ۳۷: ۱۱۴۔ ۱۱۹۔ الزخرف ۴۳: ۴۶۔ ۵۶۔ الذاریات ۵۱: ۳۸۔ ۴۰۔ النازعات ۷۹: ۱۵۔ ۲۶۔

پر اب ہمیشہ کے لیے مسیح کو ماننے والوں کا غلبہ ہوگا[8] اور وقتاً فوقتاً ایسے لوگ ان پر مسلط ہوتے رہیں گے جو انھیں نہایت برے عذاب چکھائیں گے۔[9] تین اسی کوہ زیتون پر واقع ایک گاؤں ہے۔ لوقا میں ہے کہ مسیح علیہ السلام جب یروشلم آئے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس جگہ ٹھیرے۔[10] جبل طور کے بارے میں معلوم ہے کہ بنی اسرائیل نے بحیثیت امت اپنی زندگی اسی پہاڑ سے شروع کی۔ ام القریٰ مکہ سے ذریت ابراہیم کی دوسری شاخ، بنی اسمٰعیل نے اپنی قومی زندگی کا آغاز کیا اور خدا کی زمین پر اس کی عبادت کے اولین مرکز بیت الحرام کی تولیت انھیں عطا کی گئی۔ قرآن نے ان کی شہادت پیش کر کے فرمایا ہے کہ ان مقامات پر ذریت ابراہیم کی جزا و سزا کو دیکھنے کے بعد وہ کیا چیز ہے جو قیامت میں خدا کی جزا و سزا کو جھٹلا سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ، وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ، وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ، لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ، ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ، اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ. فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِ؟ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ؟ (التین ۹۵: ۱-۸)

’’تین اور زیتون گواہی دیتے ہیں، اور طور سینین اور (تمھارا) یہ شہر امین بھی کہ انسان کو ہم نے (ان مقامات پر) پیدا کیا تو اس وقت وہ بہترین ساخت پر تھا۔ پھر ہم نے اسے پستی میں ڈال دیا، اس طرح کہ وہ خود ہی پستیوں میں گرنے والا ہوا۔ رہے وہ جو ایمان پر قائم رہے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو اُن کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے بعد کیا چیز ہے، (اے پیغمبر)، جو روز جزا کے بارے میں تمھیں جھٹلاتی ہے؟ (ان سے پوچھو)، کیا اللہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا نہیں ہے؟‘‘

[باقی]

۸۔ آل عمران ۳: ۵۵۔

۹۔ الاعراف ۷: ۱۶۷۔

۱۰۔ ۱۹: ۲۹۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net